[متفق علیه] اس نوجوان صحابی ﷛ کی طرح کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو ہم یہی کہیں گے کہ اسے سانپ نے ڈس کر ہلاک کر دیا۔اسی طرح اگر کوئی ایسے جن کو قتل کرے گا تو ہم یہی کہیں گے کہ اس شخص نے سانپ کو قتل کیا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ ﷛ کو رسول اللہ ﷺ نے فطرانے کی حفاظت پر مأمور فرمایا۔رات کے وقت غول (دیو) آ کر غلہ اٹھانے لگا۔انہوں نے اسے پکڑا تو منت سماجت کرنے لگا،اس سے دوبارہ نہ آنے کا وعدہ لے کر چھوڑ دیا۔پھر رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''وہ دوبارہ آئے گا''......تیسری بار ابو ہریرہ ﷛ نے اسے نہیں چھوڑا تو اس نے کہا:''میں تجھے ایسا مفید نسخہ بتاتا ہوں،جس کی برکت سے اللہ رات بھر تیری حفاظت کرے گا اور شیطان صبح تک تیرے قریب نہیں پھٹکے گا:سوتے وقت آیت الکرسی پڑھا کرو۔''یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوبٌ''[البخاري ۲۳۱۱، ۳۲۷۵]''اس نے تجھ سے سچ کہا؛اگرچہ وہ خود بہت بڑا جھوٹا ہے۔''

زمانہ جاہلیت میں مشرکین دورانِ سفر کسی وادی میں اترتے تو کہتے تھے:''أعوذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الْوَادِي''[تفسير الطبري ۲۳/۶۵۴]''میں اس وادی کے سردار(بڑے جن)کی پناہ مانگتا ہوں۔''رسول اللہ ﷺ نے ایسی حالت میں یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی:''أعوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ''[مسلم ٥٤ (۲۷۰۸)]''اللہ تعالیٰ کے ہر مخلوق کی شر سے میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:''لا عدوىٰ ولا طيرةَ ولا غُوْلَ''[مسلم ۱۰۷ (۲۲۲۲)]''بیماری بذاتِ خود متعدی نہیں ہوتی،بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور رنگ بدلتے جنات(غول)کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''رسول اللہ ﷺ نے''غـــول''کے وجود کا انکار نہیں فرمایا ہے؛بلکہ زمانہ جاہلیت کے اس وہم کی تردید فرمائی ہے کہ یہ جن رنگ بدلتے رہتے ہیں اور مسافروں کو راستے سے بھٹکا کر ہلاک کر دیتے ہیں۔[المنهاج ۸/۱٤۹، تحفة الأحوذي ۱٤/۲۱۷]

قرآن مجید واحادیث شریفہ سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انسانی آنکھوں سے اوجھل حالت میں شیطان' انسان کو مادی یعنی جسمانی یا مالی طور پر نقصان پہنچا سکتے ہوں۔لہٰذا کہیں کوئی آدمی قتل ہوتا ہے،تو اس کا الزام جنات پر عائد کر کے مجرم کی تلاش میں کوتاہی کرنا''وہم پرستی''کی زندہ مثال ہے۔ایک وزیر خوراک صاحب کے ایسے بیان کے ردّعمل میں K2 کے ایک کالم نگار کا تبصرہ قابل غور ہے:''کل کلاں وزیر خوراک صاحب یہ بیان بھی دے سکتے ہیں کہ گندم کی دس ہزار بوریاں جن اٹھا کر لے گئے ہیں،لہٰذا پولیس تحقیقات نہیں کر سکتی۔''

عقلاء کی اُلجھنیں

مصنف: علامہ ابن الجوزیؒ انتخاب: ابوحبیب

ایک دن میں نے اپنی مجلس میں کہہ دیا: "اگر پہاڑوں کو وہ چیز اٹھانی پڑ جاتی جس کا میں تحمل کر رہا ہوں تو وہ اٹھا نہ پاتے، عاجز رہ جاتے۔" گھر لوٹا تو میرے دل نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے یہ جملہ کیوں کہا؟ اس سے لوگوں کو یہ وہم بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ آپ اور آپ کے گھر والے سب عافیت اور سکون سے ہیں۔ آخر آپ کو کون سی چیز اٹھانی پڑ رہی ہے، سوائے اس چیز کے جس کو سارے انسان اٹھائے ہوئے ہیں؟ پھر اس شکایت کی کیا وجہ ہے؟

میں نے کہا کہ جب میری برداشت سے باہر ہونے لگا تو میں نے کہہ دیا، شکایت کے طور پر نہیں؛ بلکہ اس نیت سے کہا کہ دل کو سکون حاصل ہو جائے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے بہت سے صحابہ کرام ؓ وتابعینؒ بھی فرما چکے ہیں۔ "لَيْتَنَا لَمْ نُخْلَقْ!" اور اس کا سبب وہی بوجھ ہے، جو برداشت سے باہر ہونے لگا تھا۔

اگر کسی کا گمان ہو کہ تکالیف شرعیہ آسان ہیں، تو اس نے ان تکالیف کو جانا ہی نہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ تکالیف اعضاء کو ایک لوٹے پانی سے دھو لینے یا محراب میں جا کر دو رکعت پڑھ لینے کا نام ہے؟! **لاحول ولا قوة** یہ تو آسان ترین کام ہے۔

اصل تکلیف شرعی وہ ہے، جس کے تحمل سے پہاڑ بھی درماندہ رہ جائیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جسے میں نے مشاہدہ کیا کہ تقدیر کبھی ایسے فیصلے کرتی ہے جو عقل نہیں سمجھ پاتی۔ تو میں نے اپنی عقل پر لازم کر دیا کہ بس ہر معاملہ میں مقدر پر یقین رکھو۔ دیکھو! یہ ہے دشوار ترین تکلیف۔ خصوصاً ایسے معاملہ میں جس کی حقیقت کا ادراک عقل کو نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہی وہ معاملات ہیں جن میں عقل متحیر ہے۔ اور ان کو مان لینے اور اعتراض نہ کرنے کی تکلیف ہے۔ اور بدن کی تکلیف اور عقل کی تکالیف میں بے انتہا فرق ہے۔

میرا حال یہ ہے کہ بچپن ہی سے علم کا شوق میرے اندر پیدا کر دیا گیا۔ اسی لیے اس کا مشغلہ اختیار کیا، لیکن مجھے کسی ایک فن کا شوق نہیں ہوا؛ بلکہ سارے فنون کا ہوا۔ مزید یہ کہ ہمت کسی بھی فن میں تھوڑے پر راضی نہیں رہتی؛ بلکہ پورے فن کا احاطہ کرنا چاہتی ہے۔ جبکہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ اور حال یہ ہے کہ شوق بڑھتا جا رہا ہے اور عجز ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بعض علوم پر واقفیت کی حسرتیں ہی رہ جائیں گی۔

پھر جب کچھ علم حاصل ہوا تو اِس نے معبود کی طرف رہنمائی کی اور اُس کی بندگی پر اُبھارا۔ پھر اس کی معرفت کے دلائل نے مجھے آواز دی تو میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو گیا۔ میں نے اِس کو دیکھا کہ وہ اپنی صفات میں پوشیدہ ہے۔ پس اِس کی صفات سے اِس کو پہچانا۔ پھر میری نگاہِ بصیرت نے اِس لطف وکرم کا مشاہدہ کیا تو وہ مجھے اِس کی شدید محبت کی دعوت دینے لگا اور میرے اندر اس کی تحریک پیدا کرنے لگا کہ میں اِس کی بندگی کے لیے اپنے کو سارے مشاغل سے الگ کرلوں، کیونکہ جب میں اِس کا ذکر کرنے بیٹھتا تو وجد جیسی کوئی چیز مجھ پر طاری ہونے لگتی اور اللہ تعالیٰ کی بزرگی میں گزرنے والی خلوتیں مجھے تمام شیرینیوں سے بڑھ کر شریں معلوم ہونے لگیں۔

لیکن جونہی تمام مشاغل سے کٹ کر میں خلوت کی طرف مائل ہوا علم نے پکارا کہ کس راستہ کی طرف بڑھ رہے ہو؟ مجھ سے رُخ پھیر رہے ہو۔ حالانکہ میں ہی تمہاری معرفت کا ذریعہ ہوں۔ میں نے کہا تمہاری حیثیت رہبر کی تھی؛ جب میں مقصود تک پہنچ گیا، تو اب رہبر کی کیا ضرورت؟ علم نے کہا: افسوس! تم اپنے علم میں جتنا اضافہ کرتے رہو گے، تمہارے محبوب کی معرفت بڑھتی رہے گی اور تم پر اِس کا راز کھلتا جائے گا کہ اس کا مزید قرب کیسے حاصل ہو، اور اِس کی دلیل یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ آج تم ناقص حالت میں تھے۔ کیا تم نے اپنے محبوب کا وہ ارشاد نہیں سنا جو اُس نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا ہے کہ یہ دعا کیجیے: "اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرماتے رہیے۔"

کیا تم اُس کے قرب کے طالب نہیں ہو؟ اگر ہو تو اِس کے بندوں کو اُس کی طرف بلانے میں لگ جاؤ، کیونکہ یہ حضرات انبیاء کرام کا مقام ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے عبادت کی خلوتوں پر مخلوق کی تعلیم و رہبری کو اِس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ انہیں یہ معلوم تھا کہ اُن کے محبوب کو یہی ترجیح پسند ہے؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں ارشاد فرمایا: "اگر اللہ تمہارے ذریعہ کسی شخص کو ہدایت دیں تو یہ یقیناً تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

جب مجھے اِس بات کی سچائی کا احساس ہوا، تو میں پوری طرح اِس میں لگ گیا۔ جب میں لوگوں کے مجمع میں مشغول ہوتا تو خود میری فکر میں انتشار شروع ہو جاتا۔ اور جب میری مراد ملتی ہوئی محسوس ہوئی، یعنی لوگوں کا نفع ہونے لگا، تو خود میں ضائع ہونے لگا۔ اب میں تردد میں پڑ گیا اور سوچنے لگا کہ اب کس طرف قدم بڑھاؤں۔

ابھی اِسی تحیر کے عالم میں تھا کہ علم نے پکارا اور کہا کہ بال بچوں کی پرورش کے لیے اٹھو اور ایسی اولاد حاصل کرنے کی کوشش کرو جو اللہ کا ذکر کرے۔ جب میں نے اُس میں لگنا چاہا تو دوہنے کے وقت دنیا کا تھن خشک معلوم ہونے لگا۔ یعنی معاش کے دروازے اپنے حق میں مسدود پایا، کیونکہ جو ان سے منافقت کرے یا ریاکاری برتے وہی کچھ دنیا حاصل کر سکتا